12
دل بدلے تو زندگی بدلے
پارٹ-1
دل سرگرمِ عمل ہے
نگہت ہاشمی
النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل سرگرمِ عمل ہے

استاذہ نگہت ہاشمی

دل سرگرمِ عمل ہے

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : دل سرگرمِ عمل ہے

مُصنّفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : جون 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-7060579

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1' کینال روڈ' فون: 1851 872 - 041

بہاولپور : 7A' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے' فون: 2875199 - 062
2885199' فیکس : 2888245 - 062

ملتان : 888/G/1' بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت
فون: 6220551 6223646 - 061

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز B-48 گرین مارکیٹ بہاولپور

فون نمبر: 2888245 - 062

قیمت : روپے

ابتدائیہ

غیر محسوس طریقے سے ذہن کے اندر آنے والا خیال یوں آتا ہے جیسے دبے قدموں آنے والا آتا ہے اور آمد کا پتہ نہیں چلتا۔ انسان alert رہے تو خیالات اسے چونکا دیتے ہیں اور غافل ہو جائے تو اُسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ انسان پر یا تو خیالات حکمران بنتے ہیں یا انسان ان پر حکمران بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خیالات انسان کو drive کرتے ہیں۔ اچھا خیال ہو تو انسان اچھے ارادے کے راستے سے اچھے عمل تک پہنچ جاتا ہے اور بُرا خیال ہو تو انسان بُرے ارادے سے بُرے عمل تک پہنچ جاتا ہے۔

خیالات کا سلسلہ تو ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ یہ خیالات ہی ہیں جن کی وجہ سے دل و دماغ میں رونق رہتی ہے، انسان اندر ہی اندر مصروف رہتا ہے۔ یہی خیالات ہیں جو کبھی اندر ہی اندر انسان کو گھُن کی طرح کھا لیتے ہیں، کبھی اُسے اُداس کر دیتے ہیں، کبھی پُر اُمید کر دیتے ہیں، کبھی غم میں مبتلا کرتے ہیں، کبھی ہر خوف سے آزاد کر دیتے ہیں۔ انسان کی زندگی خیالات کی غلامی میں گزر رہی ہے۔ انسان اپنے خیالات کا قیدی بنا ہوا ہے جبکہ صاحبِ شعور انسان کو اپنے خیالات پر کنٹرول کرنا چاہیے۔ اس لیے جسے اپنے خیالات پر کنٹرول ہوتا ہے وہ صحیح فیصلے کر سکتا ہے اور کامیاب زندگی گزار سکتا ہے اور جو ہر آنے والے خیالات کا قیدی بن جاتا ہے اُس

کے لیے فیصلے کرنے مشکل ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنے خیالات پر کیسے کنٹرول کر سکتا ہے، اُس کے لیے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ:

1۔ خیال کیسے آتا ہے؟

2۔ خیال پر دل کب مائل ہوتا ہے؟

3۔ خیال پر دل مائل ہو جائے تو کیا دل اس خیال کے مطابق کام کرنے کی اجازت دے دیتا ہے؟

4۔ خیال پر دل مائل ہو اور اجازت دے دے تو کیا انسان کام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے؟

یہ چار وہ مراحل ہیں جن سے ہر خیال گزر بھی سکتا ہے اور اس خیال کو روکا بھی جا سکتا ہے لیکن کس خیال کو روکنا ہے اور کس کو اجازت دینی ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے انسان کو جاننے کی ضرورت ہے کہ:

1۔ کس خیال پر پکڑ ہے اور کس پر نہیں؟

2۔ اچھے خیال کو ارادہ کیسے بنانا ہے؟

3۔ بُرے خیال کو کیسے اپنے اندر جمنے نہیں دینا؟

ان سوالات کا جواب آپ کو اس مختصر کتاب میں ملے گا جس سے آپ اپنے دل کی سرگرمیوں کو کنٹرول میں رکھ سکتے ہیں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دل تو سرگرمِ عمل رہے اور آپ کہیں اور رہ جائیں۔

اپنے دل کو خود drive کر لیں۔

آپ کر سکتے ہیں تو کر لیجیے۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج جو بات ہم دیکھیں گے وہ ہے دل کے وسوسے، دل کے وہم، دل کے ارادے اور ایک اصطلاح [Term] اس کے حوالے سے استعمال ہوتی ہے 'خواطر'۔ خاطر کی جمع ہے خواطر۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان اپنے دل کے حالات وواقعات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہے؟ یا اللہ تعالیٰ نے دل کے حالات وواقعات پر رخصت دے دی ہے؟ کیونکہ دونوں طرح کی باتیں ہمیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بھی ملتی ہیں۔ اس لیے اس کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے کیونکہ انسان یہاں سے اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے کہ یہ تو خیال ہے اور خیال پر تو پکڑ نہیں ہوگی کیونکہ ابھی برائی کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا عملاً کی تو نہیں، کرنے پر پکڑ ہے اور ارادے پر پکڑ نہیں ہے۔

یہ ایک غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے ایک انسان اپنے اندر کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اس لیے ہم قرآن وسنت کی روشنی میں پہلے یہ دیکھیں گے کہ دل کے حالات وواقعات کی کیا حیثیت ہے؟ اور پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ ہم اپنے قلب کو کس طرح کنٹرول کریں؟ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے تمام وہ گناہ معاف کر دیے ہیں جن کا دل میں

خیال آئے جب تک کہ وہ زبان پر نہ آئیں یا ان پر عمل نہ ہو"۔ (بخاری ومسلم)

کتنی خوشی ہوتی ہے انسان کو کہ ابھی تو اندر کی بات تھی، زبان پر بھی نہیں آئی، عمل بھی نہیں کیا، وہ تو معاف ہوگئی۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ محافظ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ جب کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے مت لکھو، اگر وہ اس پر عمل کرے تو ایک برائی لکھو اور اگر کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو ایک نیکی لکھو اور اگر اس پر عمل کرلے تو دس نیکیاں لکھو"۔ (بخاری ومسلم)

اگر دل میں برائی کا خیال ہے تو اس روایت سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس پر گناہ نہیں ملے گا جب تک کہ برائی Commit نہ کرلیں اور نیکی کا اگر خیال آیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اس کا فضل ہے کہ نیکی کے خیال پر ایک اجر اگرچہ نیکی نہیں کی اور اگر عمل کرلیا تو دس گنا اجر ہے۔

اس حوالے سے ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا دِلی معاملات واقعی قابلِ مؤاخذہ نہیں ہیں؟ یا یہ کہ دِلی معاملات کی کچھ قسمیں ہیں؟ اس کے بھی کچھ steps، کچھ درجات ہیں؟ تو اس حدیث کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کی دونوں روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دل کے معاملات کے حوالے سے انسان قابلِ مؤاخذہ نہیں ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے عملی جامہ نہ پہنائے اس کے لیے ایک

نیکی لکھی جائے گی اور جو اس پر عمل کرے اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو وہ برائی نہیں لکھی جائے گی اور اگر عمل کر لے تو ایک برائی لکھی جائے گی''۔ (بخاری و مسلم)

یہ دوسرے لفظوں میں وہی روایت ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

''جب کوئی بندہ دل میں برائی کا خیال لاتا ہے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں جب تک کہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے''۔ (احیاء العلوم)

اس روایت سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی مل جاتی ہے جب تک کہ انسان گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اگر معاملہ دل تک ہے۔

ان ساری روایت سے جو چیز ہمیں پتہ چلی وہ کیا ہے؟ معافی، مؤاخذے کا نہ ہونا یعنی پکڑ نہیں ہے اور درگزر کر جانا، اللہ تعالیٰ کا ignore کر دینا۔ لیکن بہت ساری دوسری روایات ایسی ہیں جن سے دل کے معاملات پر پکڑ کا بھی پتہ چلتا ہے، ہمیں مؤاخذے کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرہ: 284)

''جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں اگر تم انہیں ظاہر کرو گے یا پوشیدہ رکھو گے، اللہ تعالیٰ تم سے حساب لے گا۔ پھر وہ جس پر چاہے گا عذاب دے گا اور جس کو چاہے گا معاف کر دے گا''۔

اس سے ہمیں کیا پتہ چلتا ہے؟ کہ دِلی معاملات پر مؤاخذہ ہوگا جیسے انسان کے عمل پر مؤاخذہ ہوگا۔ اسی طرح ایک اور آیت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں، ربّ العزت نے فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:36)

''آپ کو جس بات کا پتہ نہ ہو یا جس کی آپ نے تحقیق نہ کی ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کرو کیونکہ کان، آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ گچھ ہوگی''۔

یعنی قیامت کے روز جوابدہی ہوگی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آنکھ دیکھتی ہے تو دیکھنے پہ اجر مل سکتا ہے یا برائی دیکھنے پر پکڑی جاسکتی ہے، بُرا پڑھنے پر آنکھ کی پکڑ ہے، برائی سننے پر کان کی پکڑ ہے، اسی طرح دل کے برا سوچنے پر بھی پکڑ ہے۔لہٰذا دل کے معاملات پر بھی پکڑ ہے، دل کا بھی مؤاخذہ ہوگا۔قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرہ:283)

''گواہی مت چھپاؤ۔پھر جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا''۔

اس سے کیا پتہ چلتا ہے؟ کہ دل بھی گناہ کرتا ہے تو جو گناہ کرے اس کی تو پکڑ ہے۔

كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

اگر آنکھ کی پکڑ ہے، اگر کان کی پکڑ ہے تو كُلُّ اُولٰٓئِكَ میں قلب بھی شامل ہے، قلب کی بھی پکڑ ہے۔اسی طرح ربّ العزت نے فرمایا:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (البقرہ:225)

''اللہ تعالیٰ تم پر مؤاخذہ نہیں کریں گے تمہاری قسموں میں سے بے ہودہ قسموں پر لیکن جس قسم کو کھانے کا تمہارے دل نے ارادہ کرلیا اس پر ضرور مؤاخذہ ہوگا''۔

دیکھئے گا: بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ''جس کا کسب، جس کا کام تمہارے دل نے کیا''۔

دل کا کام کیا ہوتا ہے؟ ارادہ لہٰذا ارادے پر پکڑ ہوگی۔ارادے سے کھائی جانے والی قسم پر

پکڑ ہے تو ارادے سے ہی تو کام ہوتے ہیں۔دل ارادہ کرتا ہے،اس لیے دل کا مؤاخذہ ہو گا۔اس حوالے سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ دل کی پکڑ ہے لیکن دل کے کچھ کاموں کی پکڑ ہے اور کچھ کی پکڑ نہیں ہے۔اس لیے ہمیں دل کے عمل کی تفصیل کو جاننا چاہیے کہ دل کیسے کام کرتا ہے؟

یہاں یاد رکھئے گا کہ دل سے مراد خون پمپ کرنے والا آلہ نہیں ہے۔اس سے مراد سوچنے سمجھنے والا وہ عضو ہے جس کی وجہ سے ایک انسان کے اندر ارادہ پیدا ہوتا ہے،جس کی وجہ سے ایک انسان کے سارے معاملات ترتیب پاتے ہیں۔یہ انسان کو چلانے والی قوت، power ہے جو اُس کے اندر موجود ہے۔دل کا معاملہ اچانک ہی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ جاتا یعنی انسان کا عمل جب بدلتا ہے تو دل کے اندر بھی یہ معاملہ کئی مراحل سے ہو کے گزرتا ہے۔ پھر ایک انسان Committed ہو جاتا ہے۔

دل پر سب سے پہلے جو چیز نازل ہوتی ہے یا جو چیز دل کے اوپر اُترتی ہے یہ پہلا خیال ہے۔اس کو خاطر کہتے ہیں۔مثلاً فرض کریں کہ کسی کے دل میں Opposite sex کے بارے میں کوئی پہلا خیال آتا ہے۔یہ پہلا خیال خاطر ہے۔یعنی اس نے ابھی دل پر دستک دی ہے۔فرض کریں کہ ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ جس کے بارے میں خیال آیا میں دل کے اندر اسے گھوم کر دیکھ لوں تو انسان اب محسوس کرتا ہے کہ یہ محض خیال نہیں رہا،اب بات آگے بڑھ رہی ہے کیونکہ گھومنا تو عمل ہے اور اس عمل سے اور کام شروع ہو جائیں گے۔یہ ہے پہلی stage یعنی انسان کے دل کے اندر خیال آیا ہے کہ میں نے دیکھا اور میں پھر دیکھوں اور مڑ کر دیکھوں اور ارادے کے ساتھ دیکھوں۔اب چونکہ انسان دیکھ سکتا ہے تو یہ ہے پہلا step، بہر حال یہ ایک پہلا خیال ہے۔اب یہ خیال صرف کسی کو دیکھنے کے بارے میں نہیں۔کوئی بھی کام کرنے کے بارے میں انسان کے دل پر جو پہلی

دستک ہوتی ہے، first thought، اس کو خاطر کہتے ہیں۔

ہم پہلی مثال کو دیکھتے ہیں فرض کریں کہ ایک انسان کے دل کے اندر یہ بات آتی ہے کہ میں دیکھوں۔ پھر اس کے اندر یہ خیال تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ اس کے اندر ہیجان سا برپا ہوجاتا ہے کہ ضرور ہی دیکھ لوں۔ یہ دوسری stage ہے کہ ایک انسان نے اس خیال کو جگہ دے دی اور وہ گھوم رہا ہے اور گھومنے کی وجہ سے اُس انسان کے اندر change آرہی ہے۔ ایک خواہش ہے جس کو پورا کرنے کے لیے اندر شدید قسم کی آمادگی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ انسان کا میلان ہے، Trend، طبیعت کا مائل ہونا۔ انسان کی طبیعت پہلے جھٹکے میں مائل نہیں ہوجاتی۔

اب آپ دیکھئے کہ جیسے ہم نے پہلی بات کی تھی خاطر کی۔ خاطر کو حدیثِ نفس، دل کی بات بھی کہتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا، دل کی بات، جی میں آنا، دل میں آنا، دل کا خیال، یہ پہلا step ہے۔ اس پر سوچتے رہنا چاہے وہ ایک لمحے میں ہی انسان کئی بار سوچ گیا ہو اور اس کی وجہ سے انسان کے اندر شدید خواہش پیدا ہوگئی ہو کہ میں یہ کام کرلوں تو یہ میلانِ طبع ہے، یہ خواہش کا میلان ہے، طبیعت کا مائل ہونا۔ اسی طرح رغبت پیدا ہوتی ہے۔ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ نیک کاموں کے لیے دل میں رغبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ تو یہ قلب کے اندر ہونے والا ایک طریقۂ کار ہے۔ اسی سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نیکی کی رغبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ جب نیکی کا خیال آئے تو اس کے بارے میں بار بار سوچیں، اس کو صرف خیال ہی نہ رہنے دیں، اس کی طرف اتنی توجہ دیں کہ دل مائل ہوجائے تو یہ میلانِ طبع ہے، طبیعت کا مائل ہونا۔ Gradually رغبت اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

جب انسان کی طبیعت مائل ہوتی ہے تب بھی وہ اپنی خواہش کو پورا نہیں کرتا تو اس کے لیے اگلا step ہے اور اگلا step کیا ہے؟ کہ انسان کا دل اسے اجازت دے دیتا ہے

کہ کوئی بات نہیں، پھر کیا ہوا، کرلو۔ایک نظر دیکھ لینے سے کیا ہوتا ہے؟ یا کوئی بھی برا کام ہے تو شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا اور انسان کہتا ہے کہ 'چلو کوئی بات نہیں'۔ 'پھر نہیں کریں گے'۔'ایک بار کر لینے سے کیا فرق پڑتا ہے'؟'اب میں اتنی بھی کمزور نہیں ہوں'۔ 'سارے ہی تو کر رہے ہیں'۔'سارے لوگوں کا رویہ ایک جیسا ہو جائے تو بات فرق ہو جاتی ہے'۔'اب اللہ تعالیٰ صرف ناراض ہی تو نہیں ہوں گے آخر اللہ کی رحمت بھی برسے گی'۔'اب اگر سارے ہی خرابیاں کر رہے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ بس سب پر غضب ناک ہی ہوتے رہیں گے، ناراض ہی ہوتے رہیں گے'؟اسی طرح اور بہت ساری باتیں، ہزاروں قسم کی reasoning دل کرتا ہے۔

یہ تیسرا step ہم نے دیکھا جہاں دل اجازت دے دیتا ہے۔ پہلے جو دو معاملات ہیں ان میں سے ایک پر تو انسان کا کوئی اختیار نہیں یعنی دل کے اندر بات کا آجانا لیکن اگر آپ نے اس پر توجہ نہیں کی، آپ نے بار بار اس کو نہیں سوچا تو آپ بھول جائیں گے،کوئی خیال آیا اور چلا گیا، ایسے ہی کوئی خیال اُڑتا اُڑتا آیا تھا اور چلا گیا لیکن اگر آپ نے سوچنا شروع کیا تو پھر وہ ٹھہر جائے گا، جگہ مل گئی ناں اور معاون بھی مل گیا۔خیال External ہے، باہر سے آیا لیکن اس کے لیے سرگرمِ عمل کون ہے؟ دل سرگرمِ عمل ہے، active ہو گیا۔اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جو دل کا اجازت دینا ہے اس اجازت کا دوسرا نام اعتقاد ہے۔اس کو عقیدہ کہتے ہیں کہ ایک انسان کو یہ یقین ہو گیا کہ اس سے میرے ایمان پر یا اس سے میرے انجام پر کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔یہ انسان کا عقیدہ ہے، یہ اعتقاد ہے، یہ یقین ہے۔

پھر چوتھا step پختہ ارادے کا ہے۔تیسرا step دل کے اجازت دینے کا ہے۔دل ایسے ہی اجازت نہیں دیتا بلکہ انسان کو Convince کرتا ہے، عقل کو convince کرتا ہے۔اب دل نے اجازت دے دی تو دل پختہ ارادہ کر لیتا ہے اور انسان وہ کام کر لیتا ہے تو

باہر جو کام ہو رہا ہوتا ہے اس کے لیے تیاری اندر ہوتی ہے۔

خیال کے آنے پر پکڑ نہیں ہے۔ جو احادیث اس بارے میں ہیں کہ دل کے معاملات پر پکڑ نہیں ہوگی وہ خیال آنے کے بارے میں ہیں پہلے step پر، وہاں پکڑ نہیں ہوگی لیکن آپ نے اس کو لے کر، اس کو پکڑ کر، اس کے بارے میں دلیلیں دے دے کر، اس کے بارے میں ارادہ کرلیا۔ اب اگر آپ وہ کام نہیں بھی کرتے تو یاد رکھیے گا یہ بات آپ کسی وجہ سے نہیں کر پائے، فرض کریں آپ کو موقع نہیں ملا، یا فرض کریں کہ کوئی عذر لاحق ہو گیا اور آپ نہیں کر پائے تو اس پر ایک برائی لکھی جائے گی۔ برائی کے اس ارادے پر ہمارے اعمال نامے میں وہ برائی ثبت ہو جائے گی کیونکہ پختہ ارادہ بن چکا تھا۔ ارادہ کسی کام کا آغاز ہوتا ہے، اس لیے ارادے پر معافی ملنے والی نہیں ہے۔ میں مثال دینا چاہتی ہوں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے''۔

لوگوں نے پوچھا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ! قاتل تو جہنم میں جائے گا کہ اس نے قتل کیا، مقتول کیوں جہنم میں جائے گا''؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس لیے کہ اس نے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن اسے موقع نہیں مل سکا''۔ (بخاری:7083، مسلم:2888)

اس ارادے پر عمل کیے بغیر ایک مقتول مظلوم بھی ہے کہ اس کو قتل کر دیا گیا، اس کی جان لے لی گئی لیکن چونکہ اس کا ارادہ بھی دوسرے انسان کو قتل کرنے کا تھا، اس سے پہلے دوسرے نے قابو پا لیا تو اس ارادے پر جہنم جیسی جگہ پر پہنچا دیا جائے گا۔ ارادہ جہنم لے جاتا ہے اور ارادہ دل کا معاملہ ہے۔ یہ بات اچھی طرح سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ چار stages ہم نے دیکھیں ہیں:

1۔خیال کا آنا،اس کو خاطر کہتے ہیں۔اس کو حدیثِ نفس،دل کی بات کہتے ہیں۔

2۔میلانِ طبع،دل کا مائل ہونا،طبیعت کا مائل ہونا اور یہ کیسے ممکن ہوتا ہے؟بار بار سوچنے سے۔

3۔اعتقاد،دل کا اجازت دے دینا۔انسان کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ یہ کام کر لینا چاہیے۔اسی کو اعتقاد کہتے ہیں،یہی یقین ہے۔اب اگر اپنے دل کے معاملات کا جائزہ لیں تو اپنے آپ سے نفرت ہونے لگے گی کہ ہم کس پر یقین رکھتے ہیں؟

4۔پختہ ارادہ۔

آپ سوالات کرنا چاہیں تو کر لیجیے:

طالبہ:رغبت کی بات سمجھ نہیں آئی تھی کہ میلانِ طبع کے بعد اور اعتقاد کے درمیان یہ کیا ہے؟

استاذہ:اصل میں یہ رغبت کا ہی procedure ہے پورا خیال،پھر اس کے بعد میلانِ طبع،پھر اس کے بعد اعتقاد،پھر ارادہ۔اگر دیکھا جائے تو رغبت کا زیادہ تعلق میلانِ طبع سے ہے یعنی بار بار سوچنا،بار بار ذہن میں گھمانا پھرانا،پھر انسان کا دل مائل ہو جاتا ہے۔

طالبہ:کیا اس سے Reasoning مراد ہے؟یعنی اپنے آپ سے بات کرنا۔

استاذہ:نہیں،Reasoning مراد نہیں ہے۔رغبت کہتے ہیں دل کی خواہش کو،کسی چیز پر دل کے جھکاؤ کو،چاہے بغیر Reasoning کے ہو۔جھکاؤ Reasoning سے نہیں ہوتا۔جھکاؤ تو مائل ہونے،جھکنے کا نام ہے یعنی طبیعت اس طرف جھکے،اس کو بار بار سوچے۔

جیسے آپ دیکھیے کہ جن لوگوں کو Messages کرنے کی بہت عادت ہوتی ہے اور Messages وصول کرنے کی،یقین کریں کہ یہ ان کے لیے تباہی کا راستہ بن جاتا ہے جو ہر وقت فضول messaging کرتے ہیں کیونکہ آپ نے Message کیا،

پھراس نے کیا، پھرآپ نے کیا، پھراس نے کیااور نتیجہ کچھ نکلنے والانہیں سوائے اس کے کہ آپ وقت ضائع کریں اورآپ ہروقت اُس انسان کے بارے میں سوچتے رہیں اورآپ اس انسان کو پیارے ہوجائیں یاوہ انسان آپ کو پیاراہوجائے۔ پیاراہونے سے میری مراد یہاں پرمحبوب ہونانہیں ہے حالانکہ عملاً محبوب ہوتاہے۔دراصل ایک انسان اپنے ربّ سے کٹ جاتاہےاورکسی انسان کاہوجاتاہےاورانسان کاہوجانے سے مرادہی یہی ہے کہ اب اس کے اندرانسانیت نہیں رہ گئی۔انسانوں سے محبت ہوتی ہےانسان کواور یہ محبت ہونی بھی چاہیےلیکن کٹی پتنگ کی طرح کی محبت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کارشتہ چھوڑکر۔

ایک انسان جوبھی کام کرےاپنے بچے سے محبت ہے،اس بچے کے لیے وقت لگائے۔ ایک چیزفطری ہے،یہ جذبہ انسان کے اندر سے اُبھرتاہے کہ وہ اپنے بچے سے محبت کرے لیکن اگروہ ایساEnd result کوسامنے رکھے بغیرکرےاوراندھادھندکرےتو کیافائدہ ایسی محبت کا؟اگروہی محبت انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے کرے کہ اللہ!تونے کیسے جذبے پیداکردیے!یااللہ!تیراشکرہےاس محبت کی وجہ سےمیں اس بندے کوتیرابنانے کی کوشش کروں اوریہ کہ ایک انسان اس محبت کی وجہ سے ایساMessage!اپنے بچے کوضروردے جس کی وجہ سےاس کے دل کے اندرربّ کاخیال آئے کہ جب بھی ماں کاخیال آئےتوربّ کابھی خیال آئےتوآپ نے اپنے بچے کی اس محبت کوجوآپ کے دل کے اندرپیداہوئی utilize کرلیا۔اس کےEnd result کوسامنےرکھیں کہ اس محبت کاانجام اللہ تعالیٰ کی محبت کی صورت میں ملےگا،اللہ تعالیٰ راضی ہوجائےگا،اس کامجھےاجرملےگااوراندھادھندمحبت کی تواس کی وجہ سےکیاہوگا؟

؎ کر کر کے منتیں تیری عادت بگاڑ دی
دانستہ ہم نے تجھ کو ستمگر بنا دیا

کیا ایسا ہی نہیں ہوتا؟ بچے کی ناروا خواہشات پوری ہو رہی ہیں، جو بچہ کہہ رہا ہے مان رہے ہیں، آپ کے سامنے کوئی ٹارگٹ ہی نہیں، آپ اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہیں، آپ کو پتہ ہی نہیں کہ بچے کا کرنا کیا ہے؟ آپ کو یہ پتہ ہے کہ آپ کے دل میں ایک محبت ہے، آپ چاہتے ہیں کہ یہ خوش ہو جائے لہٰذا آپ اس کی خوشی کی خاطر سب کچھ کر گزرتے ہیں اور اسے بگاڑ دیتے ہیں اور اگر آپ کے دل میں یہ ہو کہ اس محبت سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے تو وہ محبت تو رہے گی ہی، اس محبت کا مفید نتیجہ بھی نکلے گا تو محبت کرنی ضرور ہے لیکن مفید نتیجے کے لیے۔

اسی طرح کتنی ہی چیزیں ہیں جو انسان کا ذہن خراب کرتی ہیں۔ جیسے میں نے messaging کی بات کی، ایسے ہی فضول calls کرنا بغیر کسی مقصد کے اور لوگوں سے شیئر کرنا، بات چیت کرنا، بلا مقصد اکٹھے رہنا کہ آپ کے ساتھ رہنے کو میرا بہت جی چاہتا ہے۔ اب جی چاہا تو ساتھ رہ لیا لیکن لیا کیا؟ کیا فائدہ ہوا اکٹھے رہنے کا؟ یعنی دین تو ہمیں با مقصد طریقۂ زندگی سکھاتا ہے کہ آپ ساتھ رہو، ضرور رہو اور مقصد کے تحت رہو، کچھ پانے کے لیے رہو۔ اس کے لیے سب سے بڑا target یہ ہے کہ کوئی بھی کام کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خوشی پیشِ نظر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں یہی طریقہ کار بتایا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الانعام 162)

”کہہ دیجئے یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے“۔

یہ ہے ہماری زندگی کا نصب العین۔ ہم اس لیے جیتے ہیں کہ ہمارا ربّ راضی ہو جائے۔ اپنے ہر عمل سے اپنے ربّ کو راضی کرنا ہے اور اگر ایک انسان ہر چیز کو شعوری طور پر سوچنے

لگے وہاں سے شکر کا جذبہ پھوٹتا ہے۔ایک انسان کو جب مواقع ملتے ہیں ربّ کو راضی کرنے کے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ! تو نے موقع دے دیا اور انسان پھر ایک ایک نعمت پہ شکر ادا کرنا شروع کر دیتا ہے کہ یا اللہ! یہ تیری وجہ سے ممکن ہوا۔ یہ طریقہ کار درست ہے ورنہ اپنے بچے کی محبت بھی طاغوت بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والی۔شوہر کی محبت ہو، بچے کی محبت ہو، ماں باپ کی محبت ہو، بہن بھائیوں کی، رشتہ داروں کی، ہمسائیوں کی، کسی تعلق والے کی، کسی کی بھی، جو محبت بھی ہے وہ ربّ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے۔

میں نے عام طور پر نادان لوگوں میں یہ بات دیکھی ہے کہ غیر محسوس طور پر بے شعوری میں بندے اور ربّ کا رشتہ کاٹ دیتے ہیں۔ مثلاً کیسے؟ ماں اپنے بچے کے سامنے اپنی محبت کو رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا احساس بھی نہیں دلاتی۔ اس سے کوئی کام کروانا چاہتی ہے مثال کے طور پر نماز بھی ماں پڑھوانا چاہتی ہے تو اپنی محبت کا واسطہ دے کر یا اپنی محبت کا احساس دِلا کر تو یہ رشتہ کاٹنا ہے اور یہ جرم ہے۔ ہر وہ انسان جو کسی دھوکے میں ہے، کسی غلط فہمی میں ہے یا شعوری طور پر بندے اور ربّ کے بیچ میں آ کر کھڑا ہو جاتا ہے وہ مجرم ہے، ظالم ہے، رشتہ کاٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (البقرہ:27)

''وہ اس رشتے کو کاٹ ڈالتے ہیں جس کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے''۔

آج آپ معاہدہ کر لیں کہ بے مقصد کوئی کام نہیں کرنا انشا اللہ تعالیٰ یہاں تک کہ Message بھی بے مقصد نہیں کرنا اور ہمیشہ بڑا مقصد سامنے رکھنا ہے۔ Message کرنا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور اگر اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا سامنے نہیں ہے تو وہ کام نہیں کرنا انشاء اللہ اور دھوکہ نہیں دینا خود کو کہ اپنی خوشی کے لیے کر رہے ہیں اور نام اللہ تعالیٰ کے لگا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگیں کہ اللہ تعالیٰ پہچان عطا کر دے اور کچھ کام ویسے

طے بھی کر لیں۔ ہم اس کو break down کر لیتے ہیں۔ ہم نے بڑا مقصد بنایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے تحت ہم نے کام کرنے ہیں لیکن ایک دو کام طے کر لیتے ہیں۔ ایک ٹیلیفون کال اور ایک Message کرنے والے کام ہیں، ان سے آپ اپنے آپ کو پہچان لیں گے۔ طے کر لیں کہ کوئی ٹیلیفون کال بے مقصد نہیں کریں گے، مقصد کے ساتھ بیشک ہزاروں کریں انشاء اللہ۔ اسی طرح کوئی Message اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقصد کے بغیر نہیں کریں گے انشا اللہ تعالیٰ اور ویسے بے مقصد Messages کو پڑھیں گے بھی نہیں، فوراً Delete کر دیں کیونکہ بے مقصد Message پڑھیں گے تو آپ کا دل خراب ہوگا، خیال آئے گا، آپ کی طبیعت بھی جھکے گی، اس لیے ہینڈل کرنا بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر built in Messages ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو بھیجے جاتے ہیں۔ نہ کرنے والے کو پتہ کہ میں نے کیا کیا؟ اور نہ پڑھنے والے کو پتہ کہ میں نے کیا پڑھا؟ بس شیطان اس معاملے میں بڑا role play کرتا ہے۔ خاص طور پر Young لوگ ایک دوسرے کو ایسے Messages کرتے ہیں تو اس کے کوئی اچھے نتائج برآمد نہیں ہوتے تو اچھا Message دیں، اللہ تعالیٰ کے تعلق کا Message اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اچھی کالز کریں۔ کنٹرول کرنا ایک End سے شروع کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

یہ تو ہم نے اس procedure کے درمیان ایک معاہدہ کر لیا۔ ہم یہ بات کر رہے تھے کہ جب Repeatedly خیال آتا ہے اور جب دل ایک طرف مائل ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان کا دل برائی کرنے کی اجازت دے دیتا ہے اور انسان پھر ارادہ کر لیتا ہے اور برا کام کر گزرتا ہے۔ کوئی بھی کام کرنا ہو، دل کی یہی چار کیفیات ہوتی ہیں اور جو ہم نے احادیث اور قرآنی آیات دیکھیں ان کے حوالے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ خاطر پر پکڑ نہیں ہے کیونکہ وہاں آپ کا اختیار ہی نہیں، آپ شیطان کو روک نہیں سکتے لہٰذا جو چیز اختیار میں نہیں اس کے

پیچھے نہیں پڑتا۔ اس کے پیچھے صرف ایک ہی اعتبار سے پڑتا ہے کہ اگر وہ برائی کا خیال ہے تو اس کو سوچنا نہیں۔

اسی طرح میلانِ طبع کا جہاں تک تعلق ہے کافی حد تک اس پر بھی انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک انسان کے دل میں ایک ایسا خیال آیا جو اسے بہت پسند آیا، وہ اسے پھر سوچنا شروع ہو گیا، غیر محسوس طور پر وہ بار بار اس کے ذہن میں آتا ہے، اپنی طرف سے وہ کوشش کرتا ہے، effort کرتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن یاد رکھئے گا کہ اندر اندر عمل شروع ہو چکا ہے کیونکہ آپ یہاں سے اگلے steps پہ چلے جائیں گے۔ اس لیے جتنا روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں، روکنا ضرور ہے۔ میں تو صرف پکڑ کی بات واضح کرنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اگر ایک انسان بار بار ایک چیز کو سوچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر پکڑتے نہیں ہیں۔

پھر پکڑ کس بات پر ہے؟ پکڑ ہے دل کی اجازت پر، پکڑ ہے ارادے پر، جب انسان ارادہ کر لیتا ہے۔ ایک بہت خوبصورت روایت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے سوالات کے حوالے سے، اس سے زیادہ اچھی طرح بات سمجھ آئے گی انشاء اللہ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہے۔ یہاں ایک صحابی سوال کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دے رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ''میرا یہ دل کہتا ہے کہ میں خولہ کو طلاق دے دوں (یعنی اپنی بیوی کو)''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، نکاح میری سنت ہے''۔ انہوں نے عرض کیا: ''میرا دل یہ کہتا ہے میں اپنے آپ کو خصی کر لوں'' یعنی میرے اندر یہ خواہش ہی نہ رہے کہ میں وہ فریضہ انجام دے سکوں جو ایک مرد پر ازدواجی زندگی کے حوالے سے عائد ہوتا ہے کہ اپنی خواہش کو جائز راستے سے بھی پورا نہ کر سکوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہ کرنا، میری اُمت

میں خصی ہونا ہمیشہ روزہ رکھنا ہے''۔یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے اندر یہ خواہشات نہ رہیں تو مستقل روزے رکھ لو لیکن خصی نہیں ہونا، یہ غیر فطری عمل ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ ''میرا دل کرتا ہے میں دنیا چھوڑ دوں، راہب بن جاؤں، تارک الدنیا ہو جاؤں''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''ایسا نہ کرنا کیونکہ میری اُمت کی رہبانیت جہاد اور حج ہے''۔انہوں نے کہا:''میرا دل یہ چاہتا ہے کہ گوشت چھوڑ دوں کیونکہ گوشت کھانے سے انسان کی شہوت کو تحریک ملتی ہے''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''ایسا نہ کرنا، گوشت مجھے بہت پسند ہے، مل جاتا ہے تو کھا لیتا ہوں اور اگر میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں تو وہ مجھے کھلا دیتا ہے۔'' (اس حدیث کے مختلف حصے دارمی، بغوی، طبرانی، احمد، ابو یعلیٰ وغیرہ میں منقول ہیں)

یہاں سے میں جو بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تربیت بھی ہے اور دوسری طرف ایک دل ہے کہ جس کے اندر کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ اپنے آپ کو بلند مقام تک لے جانے کے لیے بیوی چھوڑ دوں، آئندہ کے لیے یہ خواہش ہی دل میں نہ رہے اور یہ خیال دل میں آتا ہے کہ دنیا چھوڑ دوں تو رسول اللہ ﷺ ان سارے طریقوں سے منع کرتے ہیں اور آخری بات یہ بھی کہ میں گوشت نہ کھاؤں۔یہ بات نہیں ہے کہ انہیں گوشت پسند نہیں تھا، بات یہ تھی کہ گوشت کھانے کے جو اثرات مجھ پر مرتب ہوتے ہیں وہ مرتب نہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی نہیں کرنا۔

لہٰذا دل کے خیال پر پکڑ نہیں ہے بلکہ ارادے پر پکڑ ہے، اعتقاد پر پکڑ ہے۔دل جب اجازت دیتا ہے کہ ہاں کر لو، کوئی بات نہیں، اس سے تمہیں فائدہ ہی ہوگا، نیک بنو گے تو اجر ہی پاؤ گے، آپ کے دل میں برائی کا خیال ہی نہیں آئے گا۔کتنا فساد پیدا ہوتا ہے ناں! اندر ہی اندر کتنی یقین دہانی انسان کو کروائی جاتی ہے! تو کیا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے دل کو کچھ تسلی ہوئی؟ خیالات تو سبھی کے دل میں آتے ہیں۔رسول اللہ

ﷺ نے ڈانٹا نہیں کہ تم ایسا کیوں سوچتے ہو؟ کیونکہ ایسی سوچ تو آتی ہے، کوئی نہیں بتائے گا تب بھی اس کے اندر آئے گی تو سہی۔ ایسے معاملات انسانی ہیں، ان پر پکڑ نہیں ہے۔

اس لحاظ سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ دو معاملات پر پکڑ ہے اور دو پر پکڑ نہیں ہے۔ جن دو پر پکڑ نہیں ہے ان میں ایک تو خاطر یعنی دل کے اندر کوئی بات آجانا اور دوسرے میلانِ طبع یعنی Repeatedly اگر خیال آتا ہے، انسان ذرا سا غافل ہوتا ہے پھر ٹھک سے خیال آتا ہے، وہ شعوری طور پر نہیں سوچتا لیکن بار بار شیطان اس پر حملے کرتا ہے۔ ان پر پکڑ نہیں ہے لیکن بہرحال ان کو جھٹکنا بہت ضروری ہے۔ اگر جھٹکیں گے نہیں تو شیطان اپنا کام کر جائے گا اور ارادہ بھی بنوا دے گا۔

دو معاملات جن پر پکڑ ہے وہ دل کا اعتقاد ہے یعنی دل اجازت دے دے کہ ہاں کرلو اور دوسرا معاملہ پختہ ارادہ ہے۔ دل کی اجازت Initial stage ہے، ابتدائی step ہے کہ اچھا کرلو۔ پھر انسان کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے کہ ٹھیک ہے میں کرلیتا ہوں۔ یہ دونوں قابلِ مؤاخذہ عمل ہیں۔

ہم نے تھوڑی دیر پہلے یہ دیکھا تھا کہ ایک انسان اگر برائی کا ارادہ کرلیتا ہے تو ارادے پر پکڑ ہے اور یہ ارادہ انسان کو جہنم میں لے جاسکتا ہے۔ مثال کے ساتھ ہم نے دیکھا تھا تو ایک انسان جیسے نیکی کا ارادہ کرتا ہے ناں تو نیکی کے ارادے پر اسے ایک نیکی کا اجر ملتا ہے بھلے سے وہ عمل نہ کرسکے۔ ایسے ہی برائی کا ارادہ کرلینے پر ایک برائی لکھی جاتی ہے بھلے سے اسے موقع نہ ملے۔

اب یہ دیکھیں کہ برائی کی بھی تو کیفیت فرق ہے ناں۔ ایک برائی ہے مثلاً کسی نے جھوٹ بولنے کا ارادہ کرلیا، کسی نے چوری کرنے کا ارادہ کرلیا یا کسی نے چھٹی کرنے کا ارادہ کرلیا، برائی تو برائی ہے، یا کسی نے چھٹیاں کرنے کا ارادہ کرلیا تو یہ اور بڑی برائی ہے، یا کسی

نے اپنے آپ کواللہ کی کتاب کی تعلیم سے محروم کرنے کاارادہ کرلیا۔ یہ stages ہیں،ایک چھٹی، بہت ساری چھٹیاں اورend result تو یہی نکلتا ہے کہ مستقل چھٹی ۔ یہ چھوٹے درجے کی برائی ہے کہ انسان ایک چھٹی کرے لیکن بہر حال بڑی برائی تک لے جانے والی ہے اس لیے بڑی بھی ہوگی، پھر بہت ساری چھٹیاں، پھر مستقل چھٹی تو یہ برائیوں کی stages ہیں۔

ایسے ہی ایک انسان اگر قتل کاارادہ کرتا ہے۔اب وہ کہتا ہے کہ یہ توایک ہی برائی ہے لیکن یہ ایک برائی جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔اس وجہ سے برائی کے معاملے میں غافل نہیں ہونا چاہیے کہ یہ ایک ہے،وہ پہاڑ جتنی بھی ہوسکتی ہے اور ہم اس کے نیچے دب سکتے ہیں،وہ آگ میں لے جانے والی ہوسکتی ہےاور پھر ہمیں کبھی اس آگ سے نجات نہیں ملے گی۔اس وجہ سے برائی کے بارے میں یہ نہیں سوچنا کیونکہ شیطان کاایک وار یہ بھی ہے کہ یہ بھی توایک ہی ہے،چلوکوئی بات نہیں اس وقت ہو بھی گئی ہے تواستغفار کر لینا، پھر کبھی کرلیناابھی تو بہت وقت پڑا ہے،ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے؟ابھی سے ہی سارے کام تو نہیں ہوسکتے ،سارازمانہ کچھ اور کر رہا ہے آپ کچھ اور کر رہے ہوتوایک انسان ایک کوایک نہ سمجھے،ایک کواس نظر سے دیکھے کہ اس کے بعد ہوسکتا ہے کہ مجھے کوئی نیکی کرنے کاموقع نہ ملے،اگر میری وفات ہوگئی پھر کیا ہوگا؟اور مجھے موقع نہ ملاتو یہ ایک برائی مجھے کہاں لے جائے گی؟میرے اعمال نامے میں آخری چیز اگر یہ برائی رہ گئی پھر کیا ہوگا؟ پھرانسان باز آتا ہے،اپنے آپ کو warning دینے سےاور یہ reality بھی ہوسکتی ہے کہ انسان کودوبارہ موقع نہ ملے۔ جیسے ابھی میری ایک اسٹوڈنٹ کی امی کی ڈیتھ ہوئی۔وہ مجھے بتارہی تھیں کہ جب شروع میں ان کابلڈ پریشر شوٹ کیا تھاتووہ بے ہوش ہوگئی تھیں۔پھر جب ہوش میں آئیں تھیں توانہوں نے کلمہ پڑھا تھا۔شکر ہے انہیں کلمہ پڑھنے کی مہلت مل گئی تواس بات پہ

انہیں خوشی تھی کہ اس کے بعد تقریباً تین مہینے تک وہ کومے کی حالت میں زندہ رہیں لیکن دوبارہ انہیں موقع ہی نہیں ملا، چلو آخری بار موقع مل گیا تو کلمہ پڑھ لیا، ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل آئے الحمدللہ۔ ہم نہیں جانتے کہ کس وقت ہم کس پوزیشن میں چلے جائیں، اس لیے کسی بھی برائی پر اطمینان میں نہیں رہنا۔ برائی کے بارے میں ضرور conscious رہنا ہے ان شاء اللہ۔ ایک روایت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ملائکہ اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرتے ہیں: اے اللہ! یہ تیرا بندہ گناہ کرنا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس کا حال زیادہ معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی نگرانی کرو، اگر وہ عمل کرلے تو اس کے برابر برائی لکھ دو اور اگر وہ چھوڑ دے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس نے یہ گناہ میری وجہ سے چھوڑا ہے"۔ (صحیح مسلم)

یہ بات توجہ طلب ہے۔ برائی کا ارادہ کرلینے کے بعد ایک انسان برائی کس وجہ سے چھوڑتا ہے؟ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ رہا ہو۔ بعض اوقات انسان کو موقع نہیں ملتا، بعض اوقات کوئی اور ایسا عذر سامنے آجاتا ہے، کوئی مجبوری لاحق ہوجاتی ہے، برائی سامنے آجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ برائی ہو نہیں سکتی۔ وہ برائی نوٹ کرلی جائے گی کیونکہ ارادہ جو کرلیا تھا حالانکہ کی ہوئی نہیں ہے، موقع نہیں ملا لیکن اگر ایک انسان اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے برائی کا ارادہ کرلینے کے بعد اس سے باز آگیا تو اس برائی کے ارادے کو چھوڑ دینے کو نیکی کے طور پر لکھ لیا جائے گا۔ یعنی ارادے کو ختم کردیا جائے گا اور اسے نیکی شمار کیا جائے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنے ارادے پر رب کی رضا کو preference دی حالانکہ ابھی Practically کیا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ معاملہ اندر کا ہے، ابھی بات صرف ارادے کی ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے خوف سے کسی برائی کو چھوڑ دینے پر ہی اجر مل سکتا ہے بصورتِ دیگر انسان کی پکڑ ہے۔
اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ (بخاری:2118)

''لوگ حشر کے روز اپنی نیتوں پر اُٹھائے جائیں گے''۔

یعنی جیسی کوئی نیت، ارادہ کرے گا اسکے مطابق انسانوں کو اٹھایا جائے گا۔اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی انسان رات کو کسی برے کام کی نیت کر لے اور صبح ہونے سے پہلے ہی مر جائے تو وہ اسی حالت پر مرے گا۔مثلاً کسی نے کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، قتل کر نہیں سکا تو اطمینان میں نہیں رہنا چاہیے، اسے قاتل کے طور پر اٹھایا جائے گا کیونکہ برائی کا ارادہ کر لیا تھا۔ کتنے ہی غلط کام ایسے ہوتے ہیں جن کے ارادے پر انسان مطمئن رہتا ہے کہ میں نے برا کام نہیں کیا۔دل کے معاملے پر تو پکڑ نہیں ہے، ارادے پر پکڑ ہے۔ارادہ کر لیا تو پکڑ ہوگی۔

یوں آج ہم نے یہ دیکھا کہ دل کے اعمال پر مؤاخذہ ہوگا، پکڑ ہوگی اور اس وجہ سے ہوگی کہ دل ہی تو منبع و مرکز ہے، دل سے ہی تو سارے فیصلے ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''خبردار! تمہارے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ایسا ہے اگر وہ خراب ہو جائے، بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے۔خبردار رہو! وہ دل ہے''۔(صحیح بخاری)

اس لیے دل کے معاملات کے بارے میں ان حقائق کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا (صحیح مسلم)

''تقویٰ یہاں ہے''۔

تقویٰ کا تعلق دل سے ہے۔ یہ دل کا عمل ہے۔ اگر تقویٰ پر اجر ہے تو کیا دل کے برے فعل پر پکڑ نہیں ہوگی؟ یقیناً ہوگی۔ ارادے پر پکڑ ہوگی، صرف خواطر پر نہیں، میلانِ طبع پر بھی نہیں لیکن اگر ارادہ کر لیا تو پھر ضرور پکڑ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قلب کے معاملات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ایک اور مثال بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں، سورۃ الحج میں ربّ العزت فرماتے ہیں:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

(الحج:37)

''اللہ تعالیٰ کے پاس نہ تو ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے''۔

تقویٰ کیا ہے؟ دل کا عمل۔ اللہ کے رسول ﷺ سے کسی نے پوچھا: گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو تمہارے دل میں کھٹک جائے''۔ (صحیح مسلم، کتاب بر والصلہ)

گناہ دل کے اندر کھٹکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے دل کا Role ہے۔ وہ differenciate کرتا ہے، وہ عمل کے لیے آمادہ کرتا ہے، وہیں سے ہی برائی اور نیکی کی سوتیں پھوٹتی ہیں۔

اسی طرح طبرانی کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نیکی وہ ہے جس پر دل مطمئن ہو جائے اگرچہ لوگ تم پر فتویٰ لگائیں، اگرچہ لوگ تم پر فتویٰ لگائیں''۔ (طبرانی)

دل کا اطمینان نیکی ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دل قابلِ مؤاخذہ ہے۔

دل کے سارے معاملات ایسے نہیں ہیں جن پر معافی مل جائے گی۔ دل کے اندر آنے والے وسوسے، خیالات، اوہام، خواطر ایسے ہیں جن کے بارے میں انسان کو conscious رہنے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ انسان کے غافل رہنے کی وجہ سے a step ahead چلے جائیں یعنی کوئی خیال آپ کے دل پر دستک دے، آپ اس پر غور و فکر کرتے رہیں اور پھر وہ دل کی خواہش بن جائے، دل اس کی اجازت دے اور آپ وہ کام کرنے کا ارادہ کر لیں۔ اس لیے ان معاملات کو یونہی نہیں چھوڑا جا سکتا۔

طالبات کے سوالات اوران کے جوابات

طالبہ: ذہن میں پختہ ارادہ بنتا ہے لیکن خود اپنے ساتھ Reasoning کی کہ یہ نہیں کرنا، کیا یہ بھی برائی کے زمرے میں ہی آئے گا کہ ارادہ تو تھا اور یہ کہ موقع ملنے سے پہلے ہی خود ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے برہان مل گئی یا ایسا سلسلہ ہو گیا جس کی وجہ سے وہ کام نہیں کیا۔

استاذہ: یہ تو ارادتاً ہی رُکے ہیں۔

طالبہ: جی ہاں۔

استاذہ: یعنی دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اگر آپ ارادہ بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس سے رک گئے تو اس پر ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پھر رحمت فرمانے والے ہیں۔

طالبہ: یہ جو دل کے اطمینان کی بات ہے تو یہ اطمینان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، شیطان کی طرف سے تو نہیں ہو سکتا۔

استاذہ: نیکی پر؟

طالبہ: جی۔ کوئی ارادہ باندھ لیا، کوئی کام کر لیا وغیرہ۔

استاذہ: نیکی پر اطمینان رحمان کی طرف سے ہے۔ اگر برائی پر کسی کو اطمینان ہو رہا ہے تو یہ رحمان کی جانب سے نہیں شیطان کی جانب سے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں صرف اطمینان کی بات نہیں ہے، نیکی پر اطمینان کی بات ہے کہ اطمینان بذاتِ خود یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ نیکی کا کام ہے۔ مومن کو برائی پر بھلا کیسے اطمینان ہو سکتا ہے؟

طالبہ: میرے خیال میں تو کوئی نیکی کا ہی کام تھا کہ اس پر اگر دل کو اطمینان ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہو سکتا ہے۔

استاذہ: دل کا ایک اور معاملہ بھی تو ہے ساتھ ساتھ۔ دل کو شیطان بھی تو سلائے رکھتا ہے اور انسان کو کچھ برائیاں کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ جب وہ برائی کر بیٹھتا ہے تو اُس کو پھر تھوڑا satisfied رکھتا ہے کہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔ یہ والا اطمینان مراد نہیں ہے لیکن مثال کے طور پر اگر آپ نے کسی کی help کر دی اور سارے گھر والے مخالف ہو گئے کہ آپ نے اس کی help کیوں کی؟ اب آپ کا دل مطمئن ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کی ہے تو بھلے سے پھر اس بارے میں کوئی کیسا ہی فتویٰ کیوں نہ دے، آپ اپنی نیکی پر قائم رہیں کہ یہ نیکی ہے۔

طالبہ: بعض اوقات انسان ارادے سے برائی کو چھوڑ بھی دیتا ہے لیکن باوجود اس کے کہ اس نے چھوڑ دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑا ہے لیکن میلانِ طبع پھر بھی رہتا ہے یعنی بار بار سوچ پھر بھی آتی رہتی ہے۔

استاذہ: اس پر مؤاخذہ نہیں ہے لیکن جھٹکنا ضروری ہے۔ پھر اعوذ باللہ پڑھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ یا اللہ! میں اتنی کمزور ہوں، آپ نے اس برائی کو چھوڑنے کی مجھے قوت دی، میرا نیک ارادہ بنوا دیا اور میں نے چھوڑ دیا، اب آپ اس سے بھی میرا پیچھا چھڑوا دیں کہ یہ بار بار میرے دل کو disturb نہ کرے تو اللہ تعالیٰ

رحمت فرما دیتے ہیں۔

طالبہ: دل کا اعتقاد، دل کا اجازت دے دینا کیا یہ دل کا ارادہ کر لینا ہی نہیں ہو جاتا؟ جب دل اجازت دے دیتا ہے تو۔۔۔

استاذہ: میں نے یہی بات کی تھی initial stage دیکھیں کوئی بھی کام جب کرنا ہوتا ہے تو ایک انسان کے ذہن کے اندر جو پہلی سوچ آتی ہے، ایک تو اب ہم اسے خیال کے حوالے سے پڑھ رہے ہیں ناں! ایک ارادہ بننے کے حوالے سے بھی اندر سے دل مطمئن ہو گیا۔ یہ جو ابتدائی stage ہے ناں کہ ہاں ٹھیک ہے، اب ہاں ٹھیک ہے کے بعد Practically اس کو کرنے کے لیے اب اس کو ایک Commitment چاہیے، مضبوط ارادہ چاہیے، 'ہاں ٹھیک ہے' کے بعد ایک جو ارادے کا بن جانا ہے ناں کہ اب میں نے ضرور ہی یہ کر لینا ہے، ان دونوں کے درمیان Difference ہے، یہ دو الگ الگ Stages ہیں۔ 'ہاں ٹھیک ہے' یہ ہے دل کا اعتقاد، دل کی اجازت اور دوسری طرف 'ہاں ضرور اس کو کر لینا ہے' یہ ہے دل کا ارادہ۔ دل کا ارادہ Next Step پر آتا ہے۔ یہ تو اب اگر آپ غور و فکر کریں گے تو آپ کو اپنی زندگی سے بہت ساری مثالیں مل جائیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔